[redacted] اور جاگیرداری کا

تاریخی پس منظر

از جناب مولوی تقی الدین صاحب بہاری

زمین سے متعلق ابتدائی تصورات

ابتدائی زمانہ میں زمین تمام انسانوں کی ملک سمجھی جاتی اور انتفاع کے لحاظ سے سب میں مشترک تھی۔ جو شخص پہلے کسی قطع زمین کو کام میں لے آتا اسی کی عارضی ملکیت قایم ہو جاتی اور جب تک قبضہ کا عمل باقی رہتا بے دخل کر کے کسی دوسرے کا قابض ہونا انصاف اور قانونِ فطرت کے خلاف سمجھا جاتا تھا چونکہ اس صورت میں اس بات کا امکان تھا کہ اگر قابض سے زیادہ طاقتور شخص کو یہ مقام پسند ہوگا تو بے دخل کر کے خود قبضہ کرلے گا اس لئے کچھ دنوں بعد مستقل ملکیت کا تصور قایم ہوا۔

پہلے صرف استعمال کا حق تھا اور اب اس کے ذات کی بنیاد پڑ گئی۔ پہلے قبضہ نے ایک عارضی حق پیدا کیا تھا یہی حق بعد میں مستقل ملکیت کا سبب بنا۔

"بلیک اسٹون" کا یہی نظریہ ہے۔ "جرمنی کا مشہور مقنن "سوگنی" تقریباً اسی رائے کا مؤید ہے "اہل روما" میں جائداد کا یہی ابتدائی تصور پایا جاتا ہے۔ جے۔ کے بلنچلی ایک حد تک اسی کی تائید میں ہے [1]

[1] قدیم قانون فصل ہشتم ص ۲۰۳ نیز نظریہ سلطنت ص ۲۶۲

مرضی پر موقوف نہیں بلکہ یہ رعیت ہی پیدا ہوا ہے اور رعیت کے سوا اور کچھ ہونا اس کے امکان میں نہیں، جس طرح مملکت کے تمام اجزا بادشاہ کے امر کی اطاعت کر رہے ہیں اسی طرح یہ بھی کرے۔ اور جو ہدایت بھی بذریعہ وحی اس تک پہنچے اس پر وفاداری کے ساتھ عمل پیرا ہو۔ اس کے دنیوی اعمال کا اصل حساب و کتاب مہلت کی یہ زندگی ختم ہونے کے بعد ہے اور اسی کا نام آخرت ہے۔ آخرت کی فلاح و خسران کا مدار اس پر ہے کہ انسان اپنی قوت نظر و استدلال کے صحیح استعمال سے اللہ تعالیٰ کے حاکم حقیقی ہونے اور اس کے طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے منجانب اللہ ہونے کو پہچانتا ہے یا نہیں اور اس کے امر شرعی کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے یا نہیں۔

یہ وہ نظریہ ہے جسے ابتداء سے انبیاء علیہم السلام پیش کرتے آئے ہیں۔ یہ ایک مستقل نظام فلسفہ پیدا کرتا ہے اس فلسفہ کی بنیاد پر جس تہذیب کی عمارت اٹھتی ہے، اس تہذیب کی رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں جو روح کام کرتی ہے وہ اللہ واحد و قہار کی حاکمیت، آخرت کے اعتقاد اور انسان کے تابع شریعت ہونے کی روح ہے بخلاف اس کے دیگر تہذیبوں کے پورے نظام میں انسان کی خود مختاری بے قیدی و بے مہاری اور غیر ذمہ داری کی روح سرایت کیے ہوئے ہوتی ہے۔ اس لیے انسانیت کا جو نمونہ انبیاء علیہم السلام کی قایم کی ہوئی تہذیب سے تیار ہوتا ہے اس کے خط وخال و رنگ و روغن دوسری تہذیبوں کے بنائے ہوئے نمونے سے ہر جز اور ہر پہلو میں جدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے تمدن کی تمام تفصیلات کا نقشہ دوسرے تمام نقشوں سے بدلا ہوا ہوتا ہے۔ طہارت، خوراک، لباس، طرز زندگی، شخصی کردار، کسبِ معاش، صرف دولت ،ازدواجی زندگی، معاشرتی رسوم، سماجی تعلقات دولت کی تقسیم، حکومت کی تشکیل، امیر کی حیثیت، شوریٰ کا طریقہ، صنعت و تجارت، صلح و جنگ کے معاملات اور خارجی سیاست غرض یہ کہ انسانی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات سے لے کر بڑے سے بڑے معاملات تک اس تمدن کا طور و طریق اپنی ایک مستقل شان رکھتا ہے جس کا ہر جز اللہ کی حاکمیت، انسان کی مسئولیت اور آخرت کی مقصودیت سے جڑا ہوا ہے۔

(باقی آئندہ)

تین افراد کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا: ایک وہ امام جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں، دوسرا وہ جو آخر میں نماز کے لیے آتا ہے اور اس کی جماعت چھوٹ جاتی ہے اور تیسرا وہ شخص جو آزاد کو غلام بناتا ہے۔

(ابوداؤد)

پہلی قسط

زمینداری اور جاگیرداری کا

تاریخی پس منظر

از جناب مولوی تقی الدین صاحب بہاری

زمین سے متعلق ابتدائی تصورات

ابتدائی زمانہ میں زمین تمام انسانوں کی ملک سمجھی جاتی اور انتفاع کے لحاظ سے سب میں مشترک تھی۔ جو شخص پہلے کسی قطع زمین کو کام میں لے آتا اسی کی عارضی ملکیت قایم ہو جاتی اور جب تک قبضہ کا عمل باقی رہتا ہے دخل کر کے کسی دوسرے کا قابض ہونا انصاف اور قانونِ فطرت کے خلاف سمجھا جاتا تھا چونکہ اس صورت میں اس بات کا امکان تھا کہ اگر قابض سے زیادہ طاقتور شخص کو یہ مقام پسند ہوگا تو بے دخل کر کے خود قبضہ کر لے گا اس لئے کچھ دنوں بعد مستقل ملکیت کا تصور قایم ہوا۔

پہلے صرف استعمال کا حق تھا اور اب اس کے ذات کی بنیاد پڑ گئی۔ پہلے قبضہ نے ایک عارضی حق پیدا کیا تھا یہی حق بعد میں مستقل ملکیت کا سبب بنا۔

"بلیک اسٹون" کا یہی نظریہ ہے۔ "جرمنی کا مشہور مقنن "سوگنی" تقریباً اسی رائے کا مؤید ہے "اہل روما" میں جائداد کا یہی ابتدائی تصور پایا جاتا ہے۔ جے۔ کے ملجلی ایک حد تک اسی کی تائید میں ہے[1]

[1] قدیم قانون فصل ہشتم ص ۲۰۳ نیز نظریہ سلطنت ص ۲۶۲

شخصی ملکیت کی ابتداء

مستقل ملکیت کا تصور قایم ہونے کے بعد زمین و جائداد کا مالک ایک شخص یا ایک خاندان نہ ہوتا بلکہ اس وقت پدری سری خاندان کے نمونہ پر جو جماعتیں قایم تھیں وہی اس کی مالک ہوتیں اور انہیں کے ذمہ پورا انتظام ہوتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ جماعت کے مشترکہ حقوق علٰحدہ ہوتے گئے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ شخص واحد مالک سمجھا جانے لگا۔[1]

عام طور سے ہوتا بھی یہی ہے کہ خاندان بڑھ کر ایک جدی رشتہ داروں کا مجموعہ ہو جاتا ہے پھر یہ مجموعہ مختلف گھرانوں میں منقسم ہو جاتا ہے اور بالآخر گھرانوں کی جگہ اشخاص قایم ہو جاتے ہیں جو مالک سمجھے جانے لگتے ہیں۔ لیکن تبدیلی کے ہر مرحلہ پر ملکیت کی نوعیت بدلتی رہتی ہے۔

زمینداری کی ابتدائی حالت

پہلی مرتبہ "روما" میں اتنی بڑی جائدادوں کا ذکر ملتا ہے جن کی کاشت خاندان کا سردار اپنے گھر کے لڑکوں اور غلاموں کی مدد سے نہ کرا سکتا تھا۔ غالبًا یہ زمیندار آزاد آسامیوں کے ذریعہ کاشت کرانے سے ناواقف تھے اس زمانہ میں عام طور سے کاشتکاری کا کام غلام انجام دیا کرتے، ادنیٰ درجہ کے غلام اعلیٰ غلاموں کے سپرد کر دئے جاتے اور وہی ان سے کام لیا کرتے تھے مدتوں کاشت کا یہی طریقہ جاری رہا۔ جب زمینداروں کو اس بات کا احساس ہوا کہ جب تک پیداوار سے کاشکار کا تعلق نہ ہو زمین کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی پیداوار بڑھ سکتی ہے تو بعض زمینداروں نے دوامی پٹہ اور مقررہ لگان پر آزاد آسامیوں کو زمین دینے کا طریقہ رائج کیا۔ اس کے بعد کاشتکار کی دو قسمیں ہو گئیں (۱) غلام کاشتکار (۲) آزاد آسامی کاشتکار۔

رعایا اور ان کے اختیارات

پھر کچھ غلاموں نے ترقی پائی اور آزاد آسامیوں کی حالت میں تنزلی ہوئی جس کے نتیجہ میں رعایا کا وجود ہوا۔ یہ لوگ سالانہ پیداوار کا ایک حصہ زمیندار کو دیا کرتے تھے۔ دراصل زمین کو بٹائی پر دینے کی ابتداء اسی سے ہوئی ہے۔

زمیندار اور کاشتکار کا یہ معاملہ پہلے معاہدہ کے ذریعہ ہوتا تھا بعد میں اس کو مستقل حیثیت حاصل ہو گئی اور معاہدۂ محدود ملکیت نام رکھ دیا گیا۔

[1] قدیم قانون فصل ہشتم